فنِ سیرت نگاری پر ایک نظر

سید عبداللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کا سلسلہ بڑا طویل ہے۔ قدیم بھی اور جدید بھی لیکن مثالی سیرت نگاری کے نمونے کم ملتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے اصول و ضوابط کے بارے میں خاصا غلط بحث ہے۔ خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقے کا تصور اس کی نوعیت کے بارے میں دھندلا ہے۔ میں نے اس لئے مناسب خیال کیا کہ دورِ جدید کے لہجے میں چند باتیں فن سیرت نگاری کے بارے میں عرض کروں۔ اور اس ضمن میں اردو کے عظیم سیرت نگار شبلی نعمانی کا بھی کچھ تذکرہ کروں۔

سیرت کو محض سوانح عمری (بیوگرافی) سمجھنا غلط ہے۔ یہ ایک ارفع و اشرف تشکیلی عمل ہے جدید تصور کی بیوگرافی ہرگز نہیں۔ اسی مغالطے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے جدید سوانح نگاروں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ اسے اگر بیوگرافی کہنا ہی ہو تو برتر (SUPER) بیوگرافی کہا جاسکتا ہے۔۔۔۔ تاہم اس کے یہ معنی نہیں کہ سیرت بیوگرافی کے خصائص سے خالی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیرت بیوگرافی تو ہے لیکن ایک مخصوص اور ارفع قسم کی بیوگرافی ہے۔

آنحضرت کے بعض مغربی سوانح نگاروں نے اسے HAGIOGRAPHY یعنی سیرۃ الاولیاء کہہ کر اس کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن سیرت HAGIOGRAPHY ہرگز نہیں جیمز ایل کلفرڈ J.L. CLIFFERD کے نزدیک HAGIOGRAPHY کے معنی ہیں مقدسین کے سوانح، جن کے بارے میں یہ اصرار کیا جاتا ہے کہ انہیں عام انسانوں سے اونچا دکھا کر محیر العقول واقعات اور افسانوں پر مشتمل سوانح عمریاں مرتب کی جائیں (دیکھئے اس مصنف کی کتاب BIOGRAPHY AS AN ART) لیکن آنحضرت کی بااصول سیرت میں مدح طرازی، مبالغہ آرائی اور خیال بافی کا شائبہ تک نہیں۔ سیرت کا اصل جوہر وہ اسوۂ حسنہ ہے جو رسول خدا کے ہر قول و فعل کی صحیح تر مستند روایت پر مبنی ہے۔

دنیا میں سچی سے سچی بیوگرافی دیکھنی ہو تو اسے سیرت رسول اللہ کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے جو قرآن و حدیث پر مبنی لکھی گئی ہیں اور جن میں واقعات کی چھان بین قرآن کی روشنی میں اور حدیث کے طریقہ درایت سے ہوئی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ سیرت کے بارے میں قدیم اور جدید دونوں زمانوں میں کچھ غلط فہمیاں بھی موجود رہیں۔ قدیم زمانے میں اس کا باعث اس لفظ کے مفاہیم کی کثرت تھی۔ اس کثرت کے اندر سے کسی ایک جزوی معنی کو سامنے رکھ کر، اس کے مطابق سیرت نگاری ہوتی رہی۔ قدیم زمانے میں بعض سیرت نگاروں نے ایک مخصوص مفہوم کو مدِ نظر رکھ کر، آنحضرت کے بعض خاص جزوی احوال پر زور دیا۔ آپ کے احوال کا صرف ایک حصہ یا کچھ حصہ سامنے آیا۔ مثلاً چونکہ سیرت کے ایک معنی جنگوں کا بیان بھی ہے۔ اس لئے اولین کتب سیرت کو سیرت بھی کہا گیا مگر شہرت لفظ مغازی کی زیادہ ہو گئی۔ مثلاً ابن اسحٰق کی کتاب کو مغازی بھی کہا جاتا ہے اور سیرت بھی لیکن مغازی کی اصطلاح کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ اسی طرح مغازی واقدی وغیرہ وغیرہ۔ ابن ہشام نے سیرت کے لفظ کو اصطلاحی طور پر عام کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ سیرت کے بھی ایک معنی جنگوں کا بیان ہی نہیں، کئی اور معنی بھی ہیں مثلاً طریقہ و مذہب، سنت، ہیئت، حالت، کردار، داخلی شخصیت، کہانی، اہم کارنامے، اور اکابر کے حالات زندگی، غیر مسلموں کے ساتھ آنحضرت کا معاملات جنگ و صلح میں طریقہ، وغیرہ کئی معنی شامل ہیں، لیکن مصنفین کی جزویت پسندی نے خلط مبحث کر دیا۔ اس طریق کار کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیرت کا لفظ آنحضرت کی بیوگرافی کے ساتھ مخصوص نہ رہا۔ محض قصہ نگاری اور داستان گوئی کو بھی د......یعنی کسی افسانوی یا حقیقی ہیرو کی داستانِ شجاعت کو بھی سیرت کہہ دیا گیا۔ مثلاً سیرۃ عنترہ اور سیرۃ سیف بن ذی یزن۔ یہ مفہوم دراصل اس معنی سے پیدا ہوا جس کا تعلق جنگوں سے تھا۔ ہمارے ادیبوں کے جدید دور میں عام اشخاص کی بیوگرافی کو بھی اسی قسم کی جزوی وجہ سے سیرت کہا جانے لگا ہے۔ اور یہ بھی میرے خیال میں زیادتی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو اور اس کے جزوی مفہوم کچھ بھی ہوں سیرت کے لفظ کو اصولی طور سے آنحضرت کے حالات ہی سے مخصوص سمجھنا چاہیئے۔

اب قبل اس کے کہ میں شبلی کی سیرۃ النبی کو زیر بحث لاؤں مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ سیرت یعنی برتر بیوگرافی میں برتری کے عنصر کے باوجود ایک باضابطہ اور سائنٹیفک بیوگرافی کے جملہ ضروری خصائص پائے جاتے ہیں اگرچہ آج کل جس چیز کو خالص سائنٹیفک بیوگرافی کہا جاتا ہے یعنی جس میں تحلیل نفسی اور BEHAVIOURISM یعنی ظاہری قول و فعل کی بنا پر باطن کے محرکات کا سراغ لگایا جاتا ہے اور جسے خود جدید تنقید ظنی و تخمینی عمل قرار دیتی ہے جیسا کہ جدید سوانحی نقاد LEOM EDE نے لکھا ہے[ل] کہ بیوگرافی میں تحلیل نفسی کا استعمال بے جا ہے کیونکہ یہ علم ابھی خود ظنی ہے، تو سیرت میں ان عنصر کی تلاش یا اس پر اصرار سخت بے محل اور بے جا ہے۔

فن سوانح نگاری کے جدید نقادوں میں ایڈمنڈ گوس، لٹن سٹریچی، آندرے موروا، ہیرلڈ نکلسن وغیرہ شہرت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے ایک اچھی بیوگرافی کے لئے خلوص اور صداقت کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ بیوگرافی کی ہیئت اور اس کے مقصد کے باب میں ہر ایک کے خیالات اپنے ہیں لیکن واقعہ کی صداقت پر سب یکساں زور دیتے ہیں۔ اور صداقت کی جستجو کے لئے ہر ممکن ذریعے کو استعمال کرنے کے حق میں ہیں۔ تو گویا اصل شے واقعہ کی صداقت ہوئی۔ پس اگر یہ اصول درست ہے تو فن سیرت میں حدیث کی روایت اور اس پر عقلی و تجربی درایت سے بہتر کون سا طریقہ صداقت اور واقعہ صحت کو پرکھنے کا ہو سکتا ہے۔

لے In a strange perv asive and often subterranean way, the teaching of psycho-analysis have filtered into biography and criticism and often in distorted from. Distorted because psycho-analysis itself has had to define and re-define its concepts: and because, as is usually the case, a certain amount of dilution, vulgarization and adulteration is likely to occur in the merging of two discplines. Most literary scholars so far have not had a sufficient grasp of psycho-analytical ideas to apply them with accuracy. On their side, the psycho-analysis are for the most part rank amateurs when they come to the discussion of literature.

And yet students of literature, hitherto addicted to a hunt for 'sources' of the literary work, in seeking to understand the imaginative process, to-day indulge in another 'pursuit-an exuberant chase after symbol and myth, the 'inner' meaning of a work, the 'deeper' levels of imagination.

جدید سوانحی نقاد بیوگرافی میں مکمل انسان اور اس کی ہو بہو تصویر کشی پر بھی بہت زور دیتے ہیں لیکن ہمیں کہنا پڑے گا سیرت سے زیادہ مکملیت کسی بیوگرافی میں نہیں ہو سکتی البتہ سیرت اس ہو بہو تصویر کشی میں اعتقاد نہیں رکھتی جو مغربی سوانح نگاروں کے مدِ نظر ہے۔ جدید سوانح نگاروں کی ہو بہو تصویر کشی میں بڑی حد تک تخیل سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ نقاد تصویر کشی پر اس لئے زور دیتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سوانح عمری کو ایک ادبی قصہ یا ناول بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔۔۔، لیکن ہمیں یہ اعلان کرنے میں باک نہیں کہ سیرت کو ناول جیسا ادبی قصہ بننے کا دعویٰ ہے نہ مصوری کا۔۔۔۔ یہ تو رسولِ خدا کے ہر قول و فعل کو صحیح صحیح، فراہم کرکے، اسے تاریخ و سنین کے سیاق و سباق میں جمع کرنے کا نام ہے تاکہ اس سے وہ اسوۂ حسنہ برآمد ہو سکے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔۔۔۔، لہذا سیرت میں تخیل آرائی اور تصویر بافی سخت جرم ہے۔۔۔۔ باقی رہا مکمل ہونا سو یہ اس لئے مسلم ہے کہ آنحضرت کے حالات جمع کرنے میں لاکھوں مخلص اور نیک لوگوں نے جس طرح کی کوشش، کاوش اور محنت کی جسے مغربی مصنفین بھی تسلیم کرتے ہیں اس سے بڑھ کر مکمل کیا چیز ہو سکتی ہے۔

مغربی مصنفوں نے سوانح عمری کے بارے میں بشریت کا مسئلہ بھی اٹھایا ہے۔ یعنی بحیثیت بشر سوانح عمری کے موضوع کی کمزوریوں کا بیان بھی لازم ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مغربی سوانح نگاروں میں سے بعض نے تعصب سے اور بعض نے آنحضرت کو ایک عام بشر سمجھ کر ان کی طرف نامناسب باتیں منسوب کی ہیں۔۔۔۔ لیکن شبلی نے سچ کہا ہے کہ جو شخص عام بشریت اور شانِ نبوت میں فرق نہ سمجھ سکتا ہو، اسے بے بہرہ اور محروم از عقل و حواس کہے بغیر چارہ نہیں۔ اصولاً آنحضرت کی بشریت میں شبہ نہیں لیکن اس بزرگ ترین نبی کی بشریت کا حساب کتاب خدا کے پاس تو ہو سکتا ہے کوئی بندہ اس قابل نہیں کہ اس حساب کتاب کا دعوے دار ہو سکے اور حضور کی طرف کوئی کمزور بات منسوب کرے۔

ہم مسلمان یہی سمجھتے ہیں اور اس پر ہمیں شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں کہہ چکا کہ بیوگرافی کا یہ وصف کہ اس میں صداقت سے سرمو تجاوز نہ ہو سیرت میں موجود ہے اگرچہ

سیرت جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے برتر بیوگرافی ہے کہ اس کے بعض اصول عام بیوگرافیوں سے برتر اور الگ بھی ہیں۔ بہرحال سیرت میں جامعیت بھی ہے اور خلوص بھی لیکن اس کے واقعات ایک برتر انسان کے واقعات ہیں جو ایک پیغام لایا ہے جسے ہم دین کہتے ہیں۔ لہٰذا ان واقعات کی تعبیر کے لئے وہ طریقے موزوں نہیں جن کا جدید نقاد تقاضا کرتے ہیں۔ اسرار نبوت کی تفسیر و تعبیر یا تو قرآن مجید کے ذریعے ہو گی یا خود آنحضرت کی حدیث سے۔ اس کے لئے ظنی، نفسیاتی اور تحلیلی طریقے درست نہیں ہو سکتے۔ سیرت برتر بیوگرافی ہے لہٰذا اس میں واقعات کے محرکات بھی برتر انسانیت کے پیمانے سے ناپے جانے چاہئیں۔

اس اصولی بحث کے بعد میں اردو میں لکھی ہوئی ایک قابل فخر کتاب سیرۃ النبی از شبلیؒ و سید سلیمان ندوی کا مختصر جائزہ لیتا ہوں اس رائے کے ساتھ کہ یہ جدید دور کی تین اعلیٰ سوانح عمریاں میں سے ایک ہے۔ دوسری اچھی کتاب محمد حسین ہیکل کی حیاۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تیسری منٹگمری واٹ کی دو کتابیں "محمد ایٹ مکہ" اور محمد ایٹ مدینہ" ہیں۔ مغرب میں آنحضرت کی سوانح عمریاں اور بھی بہت سے لوگوں نے لکھیں لیکن ان میں سے اکثر کسی نہ کسی خارجی غرض یا کج خیالی کے تحت مرتب ہوئی ہیں۔ لیکن فاضل سوانح نگار منٹگمری واٹ کی لکھی ہوئی کتابیں، باقیوں سے جدا قسم کی ہیں۔ آنحضور کی سیرت پر اردو میں بھی متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور ان میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کتاب "رحمۃ للعالمین" عمدہ ہے۔ لیکن میری نظر میں شبلی کی سیرۃ النبی جسے سید سلیمان ندوی نے مکمل کیا ہے چند وجوہ سے خصوصی اہمیت اور فوقیت رکھتی ہے۔ فوقیت کے اسباب یہ ہیں:۔

۱۔ اس میں واقعات کی تعیین، سیرت کی تمام قدیم ادبیات کی چھان بین کے بعد، درایت کے جدید تر اصولوں کے مطابق ہوئی ہے۔ مصنف نے قدیم اور جدید دونوں سے استفادہ کیا ہے۔

۲:۔ اس میں مغربی سوانح نگاروں کے پھیلائے ہوئے وساوس اور مغالطوں پر نقد و جرح کر کے، ان کے نام نہاد عقلی طریق کار کے پرخچے اڑا دیئے گئے ہیں۔

۳۔ سیرۃ النبی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل ترین صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ مکمل ترین سے میری مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی کے ساتھ اس دین کو بھی پیش کیا گیا ہے جسے آنحضورؐ کی زندگی کا سب سے بڑا واقعہ اور جسے قرآن مجید کی سب سے بڑی عملی تفسیر سمجھنا چاہیئے۔

یہی وجہ ہے کہ شبلی نے سیرۃ النبی میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں محض رسمی قسم کی سیرت نہیں لکھ رہا ہوں میری کتاب نبوت محمدی کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ بعض جدید لوگ آنحضرت کی حیات طیبہ کے اس پھیلاؤ پر اصولی اعتراض کریں لیکن میری رائے میں یہ پھیلاؤ سوانحی ادب میں کوئی نئی چیز نہیں۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک ایک شخص کی سوانح عمری پورے زمانے کی تاریخ بن جاتی رہی ہے۔ سیرۃ النبی کا ایک وصف اس کا پروقار اسلوب بیان بھی ہے۔ جس میں تقدس اور واقعیت کو بڑی ذمے داری کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ سیرۃ النبی کا مقدمہ عالمانہ تنقید کا شاہکار ہے۔ اس میں مصنف نے مغازی سیرۃ، حدیث اور تاریخ کا فرق واضح کیا ہے۔ شبلی نے اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ ہمارے اولین سیرت نگاروں نے سلاطین بنوامیہ کے زیراثر سیرت رسول کا نام مغازی کیوں رکھا ہے۔ بقول شبلی "یہ طریقہ سوانح نگار نبوت کے لئے موزوں نہ تھا کیونکہ یہ سکندر کی لائف نہ تھی ایک پیغمبر کی لائف تھی"۔

شبلی کی سیرۃ النبی پر اس مختصر مضمون میں مفصل بحث ممکن نہیں۔ مجملاً جامعیت اس کا وصف خاص ہے جس میں اب تک کوئی اس کا مثیل نہیں ملتا۔ اس کا دوسرا وصف اس کا انداز تحقیق و تطبیق ہے جس میں مغرب کے جدید استقرائی اصولوں سے کام لیا ہے اور ایک نئے علم درایت کا آغاز کیا ہے۔ اس کا تیسرا وصف جدید مغربی سوانح نگاروں کی مدلل تردید و تنقید اور ان ذہنی اسباب کی پردہ دری ہے جن کی بنا پر بقول شبلی کوئی مغربی مصنف آنحضرت کی سوانح عمری لکھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔

ان اوصاف کی بنا پر میں اپنی اس ذاتی رائے کو نظرانداز بھی کر دوں کہ جدید دور میں اس وقت تک

مرتب شدہ سوانح عمریوں میں اس کا درجہ فائق ہے تب بھی یہ ضرور کہوں گا کہ سیرۃ النبی اپنی مخصوص حدود میں فائق ترین کتاب ہے اگرچہ چند دوسری کتابیں بھی ہیں جو اپنی حدود میں اہمیت رکھتی ہیں اور وہ بھی قابلِ قدر ہیں۔

اس توصیف کے باوجود سیرۃ النبی میں ہر انسانی کوشش کی طرح چند کمزوریاں بھی نظر آتی ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اپنے بار بار کے دعوے کے باوجود بہت سے مقامات پر شبلی کی رائے معذرت خواہانہ اور مدافعانہ ہے۔ شبلی نے مورخین یورپ کے اعتراضات سے دب کر آنحضرت کے غزوات کے سلسلے میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی معذرت کا لہجہ اختیار کیا ہے۔ اسی طرح غلامی اور تعدد ازدواج کے مسئلے کے تجزیے میں بہت کچھ دبے دبے نظر آتے ہیں۔ اور ہرچند کہ وہ پیغمبر کی سوانح عمری لکھ رہے ہیں بار بار مغربی نقادوں کی اس رائے سے مرعوب ہو کر چلتے ہیں کہ حضور کا ہر قول و فعل عام بشریت کے مطابق تھا۔ حالانکہ حضور عام بشر نہ تھے خاص بشر تھے۔ کتاب کا وہ حصہ بھی قدرے تحقیق طلب ہے جس کا تعلق غزوات کے جغرافیے سے ہے۔ شبلی کے لئے یہ ممکن نہ ہوا کہ وہ ان مقامات کا خود مشاہدہ کرتے جہاں جنگیں ہوئیں۔ بعد کے چند مصنفین ڈاکٹر حمید اللہ، بریگیڈیر گلزار احمد نے اور قدرے ہیکل نے تلافی کی کوشش کی ہے اور غزوات و سرایا کے محل وقوع کی تعیین کا اہتمام کیا ہے۔

یہاں تک شبلی کی مرتب کردہ سیرت کی بحث تھی۔ اب رہا اس کا وہ حصہ جو سید سلیمان ندوی نے مرتب کیا ہے اس میں سیرت سے زیادہ تشریح احکام دین کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اس میں سوانح ضمنی ہیں تعبیر و استخراج اصل ہے۔ بایں ہمہ شبلی و سلیمان کی مرتب کردہ یہ سیرت ہمارے دینی ادبیات عالیہ میں بلند حیثیت کی مالک ہے۔ اس میں حضور کی لفظی شبیہ بھی آ گئی ہے اور حضور کا اسوہ بھی .....، سیرۃ النبی کہانی نہیں دین ہے اور یہی چیز اسے سیرت کی باقی کتابوں سے ممتاز کرتی ہے۔

سیرۃ النبی کی یہ تنقید اس وقت تک نامکمل ہی رہے گی جب تک ہم اس کے پہلو بہ پہلو دو اور اہم کتابوں کا تذکرہ نہ کریں گے۔ ان میں سے ایک محمد حسین ہیکل کی کتاب "حیاۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" ہے اور دوسری منٹگمری واٹ کی کتابیں ہیں۔

محمد حسین ہیکل شبلی کے بعد کے مصنف ہیں۔ اس لئے ان کی کتاب کے بنیادی محرکات اصولی طور سے یکساں ہونے کے باوجود جدید تر زمانے کے سوالات وشکوک سے متعلق ہیں۔ چنانچہ ہیکل نے اپنی کتاب کے دیباچے میں اس کا خود ذکر کیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ وہ حیاۃ پر اس لئے قلم اٹھا رہے ہیں کہ ایک طرف مسیحی سوانح نگاروں کے مطاعن کا جواب دے سکیں اور دوسری طرف جامدین من المسلمین کے جمود آمیز خیالات کا رد کر کے، آنحضور کو عہد حاضر کے انسانوں کے سامنے اس طرح پیش کر سکیں کہ وہ ان کے مقام بلند کو سمجھ سکیں۔ ہیکل کی کتاب میں ضروری واقعات سب آگئے ہیں۔۔۔۔۔لیکن آخر میں دو باب ایک "حضارۃ اسلامیہ کما صورھا القرآن" ہے اور دوسرا "المستشرقون والحضارۃ الاسلامیہ" ہے جسے دین اسلام کی تشریح اور اس کی مدافعت سمجھنا چاہیئے۔ ہیکل کی کتاب بیانیہ نگاری کا عمدہ نمونہ پیش کرتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کو مشرق ومغرب میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور دوسری زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہوتے ہیں کیونکہ یہ متوسط ہے اور نئے ذوق کی تشفی بھی کرتی ہے۔ ہیکل کی کتاب میں اعتذار کا لہجہ شبلی کی کتاب کے مقابلے میں کم ہے اور تعبیر و توجیہ میں جرأت مندی بھی زیادہ ہے اگرچہ معقولی نقطہ نظر غالب ہے۔

نئی انگریزی کتابوں میں منٹگمری واٹ کی کتاب اس لحاظ سے وقیع ہے کہ وہ ایک طرف مسیحیوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اسلام اور آنحضرت کے بارے میں اپنا پرانا رویہ بدل ڈالیں اور اس عظیم انسان کو سمجھنے کی کوشش کریں جس نے دنیا میں عظیم انقلاب برپا کیا۔ دوسری طرف مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنی آزاد تحقیق کی بنا پر عام مسلم احساسات کے برعکس کوئی مختلف رائے قائم کرے تو اسے لازماً تعصب نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس لحاظ سے واٹ کی کتاب مصالحتی و مفاہمتی ہے۔ تاہم اس کتاب کا سب سے قابل توجہ پہلو اس کا طریق استخراج METHODOLOGY ہے جس میں وہ بہت بڑی حد تک شبلی کے طریقے کے قریب جا پہنچے ہیں۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ فاضل سوانح نگار منٹگمری واٹ نے شبلی کی کتاب سے استفادہ کیا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں کیا تو اس کی وجہ شاید یہ ہو گی کہ یہ عظیم کتاب غریب اردو زبان میں ہے

لیکن میرا احساس ہے کہ واٹ صاحب نے کسی واسطے سے اس کا خصوصاً اس کے مقدمے کا مطالعہ ضرور کیا ہوگا جس کے بہت سے شواہد ہیں۔ مگر اب کیا کیا جائے، فاضل موصوف کے طریق کار کے بارے میں بہت کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے لیکن وقت اور موقعہ نہیں'۔۔۔۔۔۔

مجملاً ان کا طریق کار یہ ہے کہ وہ عام طور سے محدثین کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں اور آنحضرت کے افعال و واقعات کے محرکات کے بارے میں حضور کی شان نبوت کے مطابق فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ تاہم مغربی طریق غیر جانبداری کے تحت بہت سی باتیں ایسی بھی لکھی ہیں جن سے ضروری نہیں کہ ہم اتفاق کرسکیں۔ بہرحال خوشی کی بات یہ ہے کہ میور، سپرنگر، لامان، گولڈ سیہر اور کیتانی جیسے بے دردوں کی طویل قطار کے بعد، ہمیں ایک شریف طبیعت اصول پسند سوانح نگار ایسا ملا ہے جو مسلمان تو نہیں لیکن پیغمبرِ اسلام کی عظمت کا قائل ضرور ہے۔۔۔۔۔ اور آنحضور کا نام ادب اور احترام سے لیتا ہے۔

***